Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون اذنِ اللہ

الاستاذ: ابوالفضل نور احمد سندھی

ناشر

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر C-18، اسکیم-33، نزد جمالی پل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

اللہ تعالیٰ کے قوانین کس طرح کام کرتے ہیں، قرآن حکیم نے اس کی جا بجا رہنمائی کی ہے۔ یہ ہم غیر متبدل قوانین قرآن کے پہلے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ موجودات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین خلق و امر کارفرما ہیں۔ قوانین خلق ایک چیز کا دوسری چیز سے طبیعی قوانین اور علت و معلول کے تحت وجود میں آنا ہوتا ہے اور وہ زمان و مکان کے اندر عمل پذیر ہوتے ہیں۔ اور قوانین امر کا تعلق ایجاد، انشاء، احداث اور ابداع سے ہوتا ہے۔ امر کا مطلب کسی چیز کو وجود میں لانا ہے مگر وہ پہلے سے موجود کسی چیز سے وجود میں نہیں لائی جاتی بلکہ تازہ ایجاد کی جاتی ہے۔ جو چیز پہلے سے موجود کسی دوسری چیز سے وجود میں لائی جاتی ہے وہ خلق کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو امر سے بناتا ہے وہ "ابداع" ہوتی ہے، وہ اسے کسی بنی بنائی چیز سے وجود میں نہیں لاتا بلکہ لفظ "کُن" کہتا ہے تو وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔

اِنَّمَآ اَمۡرُہٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾ (یٰسٓ: ۸۲)

"بس اس کی شان تو یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ "ہو جا!" تو وہ فوراً ہو جاتی ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے پہلی بار نباتی حیات کو، دوسری بار حیوانی حیات کو اور تیسری بار انسانی حیات کو پیدا کیا ہے۔ یہ بھی قوانین امر سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مسلسل نافرمانیوں کے نتیجہ میں جن قوموں کی تباہی ہوئی اس کے پسمنظر میں بھی یہی "امر" کارفرما تھا۔ اللہ تعالیٰ کے خلقی قوانین کے نتیجے میں وجود پانے والی ہر چیز، ہر واقعہ ہر حرکت اور تبدیلی اگرچہ اللہ تعالیٰ کے اُن قوانین کے تحت ہوتی ہے مگر اس کے پس پردہ اَمری عوامل بھی کارفرما

ہوتے ہیں۔

یہ اللہ تعالیٰ کا امر ہی تھا جس نے مخلوق اول کو ایجاد کیا۔ پھر اسی سے ہی کائنات کی وسعت ہوتی گئی۔ اللہ تعالیٰ کے اسی امر کو اصلیت حاصل ہے۔ کیونکہ اگر وہ نہ ہوتا تو کائنات کا وجود نہ ہوتا اور اگر کائنات نہ ہوتی خلقی قوانین اور فارمولے بھی وجود میں نہ آتے۔ ہم کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو وجود پانے کے بعد متنِ کائنات میں زیادہ تر خلقی قوانین کار فرما نظر آتے ہیں۔ انہی قوانین کے نتیجہ میں چیزوں کا ارتقا ہوا ہے۔ یہی قوانین ہر سائنس یعنی تجرباتی، مشاہداتی اور انسانی علوم کی بنیاد بنے ہیں۔

اِذن بطور سپر قانون

کائنات میں تمام قوانین اللہ تعالیٰ کے اسی خلق و امر سے کار فرما ہیں، جسے قرآن حکیم نے خَلَقْتُ بِيَدَیَّ کے الفاظ سے واضح کیا ہے۔ نظام ہستی میں بیشتر واقعات کا تعلق امر سے نہیں ہوتا بلکہ خلق سے ہوتا ہے۔ مگر یہ خلقی نظام مکمل طور پر آزاد نہیں ہے، وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر و نظر میں رہتا ہے۔ یعنی خلق کا نظام اس کے تمام قوانین اور فارمولے اپنی کارکردگی جاری رکھنے کے لیے ہر وقت ''اِذن'' کے محتاج ہیں، یہ اذن بھی اللہ تعالیٰ کے امری قوانین میں سے ہے۔ اُس وقت یہ اذن اللہ تعالیٰ کے سپر قانون کے طور پر کار فرما ہوتا ہے۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کا ''اذن'' نہیں ہوتا تو یہ نظام اپنی کارکردگی چھوڑ دیتا ہے، جیسے فصل کے لیے تمام تقاضے پورے کرنے کے باوجود وہ فصل کچھ اعمال کی وجہ سے ناگہانی آفت کا شکار ہو جائے۔

قانونِ ''اِذن'' کی خاصیت یہ ہے کہ وہ نظامِ ہستی کو روک نہیں دیتا اور قوانین

خلقت میں تیزی نہیں لاتا، بلکہ ہزاروں علتوں میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ آگ کا کام جلانا ہے۔ آگ کئی علتوں سے وجود میں آتی ہے۔ ماچس کی تیلی میں لکڑی اور گندھک کی علت ہے لکڑی اور گندھک کے پیچھے بھی اس کی کئی علتیں ہیں۔ پھر جلنے کی لیے رگڑ کی علت ہے۔ اس کے گرد آکسیجن موجود ہونے کی علت ہے۔ یہ مختلف علتیں اپنی اپنی جگہ معلولات کو ظہور میں لاتی ہیں تب آگ وجود میں آتی ہے۔ آگِ ابراہیمؑ میں یہ سب علتیں موجود تھیں لیکن جب اذنِ اللہ ہوا تو اس آگ کے قوانین خلقت میں اللہ تعالیٰ کے سپر قانون ''اِذن'' سے اس کی کچھ علتوں میں تبدیلی واقع ہوئی اور آگ حضرت ابراہیمؑ کے لیے برداً و سلاماً ہو گئی۔

قانونِ خَلق کے ساتھ قانونِ اِذن کی کارفرمائی

یہ بات بہتوں کو انشراح کے ساتھ معلوم ہے کہ بارش برسنے کا نظام اللہ تعالیٰ کے کئی قوانین سے عمل پذیر ہوتا ہے۔ مثلاً

۱) پانی حرارت سے بخارات میں تبدیل ہوتا ہے۔ اس کا ایک قانون ہے۔

۲) پانی کے بخارات کا وزن مخصوص ہوا سے کم ہوتا ہے، یہ بھی ایک قانون کی رو سے ہوتا ہے۔

۳) ہوا سے کم وزن رکھنے والی گیسیں فضا میں اوپر اٹھتی ہیں، اس کا بھی ایک قانون ہے۔

۴) ہوا زمین سے حرارت لیکر گرم ہوتی ہے، سورج سے نہیں۔ یہ بھی ایک

قانون کے تحت ہوتا ہے۔

۵) زمین سے اوپر ایک کششِ ثقل موجود ہے جس سے فضا کی نچلی سطحوں کا دباؤ بڑھتا ہے، یہ بھی ایک قانون کے تحت ہوتا ہے۔

٦) ہوا اپنے دباؤ کی نسبت سے حرارت کو جذب کرتی ہے، لہٰذا فضا کے اوپر کے طبقے سرد ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک قانون کے تحت ہوتا ہے۔

۷) بخارات آبی کو جب سردی لگے گی تو جم کر پانی کی صورت اختیار کر لیتے ہیں، یہ بھی ایک قانون کے تحت ہوتا ہے۔

۸) مائعات جن زمین پر گرتے ہیں تو کششِ ثقل کے عمل سے گول ہو کر قطرات بن جاتے ہیں۔ یہ قدرت کا ایک الگ قانون ہے۔

۹) پھر ہوائیں سرد علاقوں سے گرم علاقوں کی طرف چلتی ہیں یہ بھی اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون سے۔ ان تمام قوانین کے ساتھ تیار ہونے والی بارش کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اب یہ برسے گی تو صرف اس کے اِذن سے۔

وَ يُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ ؕ (الحج:٦٥)

"پھر کس طرح اس نے آسمان (میں تیرتے بادلوں) کو تھامے رکھا کہ زمین پر گریں نہیں اور گریں گے تو اس کے اذن سے"۔

یہ بارش یا اس کا پانی زمین پر اِذن اللہ سے گرنے کے بعد جب زمین میں نبات کی نشو و نما کریں گے تو وہ بھی اِذن اللہ سے۔ فرمایا:

وَ الۡبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخۡرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذۡنِ رَبِّهٖ ۚ (الاعراف:۵۸)

"اور (دیکھو!) اچھی زمین اپنے پروردگار کے اذن سے اچھی پیداوار ہی نکالتی ہے"۔

یہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون ہے کہ جس زمین پر زراعت کے اصولوں کے تحت محنت ہو گی اور وہ زرخیز ہو گی اور وہ کسی کے استحصال کا ذریعہ نہیں ہو گی تو وہ بلد طیب کے طور پر اچھی پیداوار کا ذریعہ بنے گی۔ اور اسی قانون کا اگلا حصہ یہ ہے کہ

وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَکِدًا ؕ

"جو زمین نکمی ہوئی اس سے کچھ پیدا نہیں ہوتا"۔ (الاعراف ۵۸)

اِذن اللہ ایمان کے معاملات میں

قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قانون واضح طور پر بتایا ہے کہ انسان کے لیے اس کی ہدایت انسان کی اپنی جستجو، تڑپ اور اقدام کے نتیجے میں ہوتی ہیں لیکن اس جستجو، تڑپ اور اقدام کی قبولیت اِذن اللہ سے ہوتی ہے۔ فرمایا:

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ (یونس:۱۰۰)

"کوئی شخص بھی اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لا سکتا"۔

پھر اس آیت میں ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے اذن کا قانون واضح الفاظ بتا دیا ہے کہ:

وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَی الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ (یونس:۱۰۰)

"(ہمارا قانون یہ ہے کہ) ان لوگوں کو (محرومی اور شقاوت کی) گندگی میں چھوڑ دیا جاتا ہے جو عقل سے کام نہیں لیتے"۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کے مقابلہ میں اپنے آباء و اجداد کے دین اور طریقوں سے چمٹے رہیں، اپنی خواہشات کو معبود بنا کر الٰہی ہدایت سے اعراض برتتے رہیں اور طاغوت کے شکنجہ میں آ کر سرکشی اور نافرمانی کے راستہ پر گامزن رہیں۔ ایسے لوگ خود اپنی عقل پر پردے اور تالے ڈال دیتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی طرف لوٹنے کی جستجو اور تڑپ پیدا نہیں ہوتی تو اس کے نتیجہ میں وہ لوگ محرومی اور شقاوت کی گندگی میں دھنس جاتے ہیں اور ان کے ایمان کے لیے اِذن اللہ سامنے نہیں آتا۔

جنگِ اُحد میں اللہ تعالیٰ کی رہنمائی

سورۃ آل عمران میں جنگ احد کے بیان میں بتایا گیا ہے کہ تم اس وقت اللہ تعالیٰ کے وعدہ نصرت کے مطابق دشمن کو تہہ و تیغ کر رہے تھے لیکن جب تم نے حکم عدولی سے قانون کو توڑنے کی کمزوری دکھائی تو پانسا ہی پلٹ گیا اور تکلیف و ہزیمت کی صورتحال در پیش ہوئی۔ قرآن کہتا ہے کہ جب تم نے اس کے متعلق پشیمانی سے سوچنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ ؕ (آل عمران: ۱۶۵) "(اے پیغمبر!) ان کو کہہ دو کہ یہ (مصیبت) خود تمہارے ہاتھوں آئی"۔ اِس کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اس کے بعد فرمایا:

وَ مَاۤ اَصَابَكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ فَبِاِذۡنِ اللّٰهِ وَ لِيَعۡلَمَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝۱۶۶ (آل عمران: ۱۶۶)

"اور (دیکھو!) دو گروہوں کے مقابلے کے دن تمہیں (جنگ اُحد میں) جو کچھ پیش آیا تو اللہ ہی کے اِذن سے پیش آیا (یعنی اس نے فتح و شکست کا قانون ہی ایسا ٹھہرا دیا

ہے) اور اس لیے پیش آیا کہ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ ایمان رکھنے والے کون ہیں"۔

اپنے قائد و سپہ سالار کے حکم کو توڑ کر مالِ غنیمت کے پیچھے دوڑنے کے عمل کے رد عمل میں اذن کا قانون متحرک اس لیے ہوا کہ یہ روایت انسانیت کے اعلیٰ اقدار کے لیے منافی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ اس قدسی جماعت کو ایسی منفیت کی روایت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس قسم کی جو بھی سرزنش یا تنبیہ بظاہر ایک تکلیف کی صورت میں سامنے آئی تو اس کو قرآن حکیم نے بتا دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آئی۔

قرآن حکیم نے انسان کے لیے مصائب و سلامتی کا جو قانون بتایا ہے اس میں بھی یہ ارشاد ہوا ہے کہ مصائب تمہاری اپنی کمائی اور اقدام کا نتیجہ ہوتے ہیں لیکن وہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اسی قانونِ اِذن کے تحت ہی مرتب ہوتا ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ (التغابن:۱۱)

"کوئی مصیبت تم پر نہیں آتی مگر اللہ ہی کے اذن سے"۔

لیکن ساتھ ہی قرآن حکیم یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اس مصیبت کے آنے کی وجہ دراصل تمہارا اٹھا ہوا اقدم ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں تمہیں اس مصیبت سے گزرنا پڑتا ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمۡ مِّنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍؕ ۝۳۰ (الشوریٰ:۳۰)

"تم پر جو مصیبت بھی آتی ہے وہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں سے لائی ہوئی ہوتی ہے اور بہت سے گناہ وہ ویسے ہی معاف کر دیتا ہے"۔

شیطانی چالوں سے بچنا بھی اِذن اللہ سے ہے

سورۃ مجادلہ میں اللہ تعالیٰ کے قانونِ اذن کا ذکر منافقین کی شیطانی چالوں کے سلسلہ میں ہوا ہے اس کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰ (المجادلہ:۱۰)

"(اور منافقین کی) رازدارانہ سرگوشیاں شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوتی ہیں تاکہ مسلمان اُس کی وجہ سے آرزدہ خاطر ہوں، حالانکہ بغیر مشیتِ الٰہی کے یہ سرگوشیاں کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ ایمان والوں کو چاہیے کہ ہر طرف سے کٹ کر صرف اللہ پر ہی اعتماد رکھیں"۔

شیطان اور اس کے حزب و اخوان اپنی شیطانی چالوں سے جو بھی نقصان پہنچانے کی کوششیں کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے اس کے لیے ایسے قوانین بنائے ہیں کہ اگر انسان ان قوانین کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت و سلامتی کے نظام کے اندر آجاتا ہے۔ لیکن اگر ان قوانین کا انحراف یا عدول ہو گا تو پھر آدمی اپنے کیے اور کمائی کا نتیجہ بھگتے گا اور پھر ان شیطانی چالوں کے چکر کا شکار ہو جائے گا۔

جُہدِ انسانی میں اذنِ اللہ

قرآن حکیم نے قانون اذن خداوندی کی کارفرمائی انسانوں کی جہد میں بھی واضح کی ہے۔ فرمایا:

كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۲۴۹ (البقرہ:۲۴۹)

"کتنی ہی چھوٹی جماعتیں ہیں جو بڑی جماعتوں پر اذنِ الٰہی سے غالب آ گئیں اور اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے"۔

آیت مذکورہ میں وَ اللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ نے قلیل تعداد جماعت کے غلبہ کے عمل کو واضح کر دیا ہے کہ جو لوگ پائے استقامت کے ساتھ اپنے ایمان اور نظریہ پر جمے رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کا قانونِ اذن ان کا ہمنوا بن جاتا ہے۔ اس آیت سے آگے ہے کہ طالوت کا لشکر جب جالوت کے مقابلہ کے لیے نکلا تو انہوں نے دعا کی:

رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَ انۡصُرۡنَا عَلَی الۡقَوۡمِ الۡکٰفِرِیۡنَ ﴿۲۵۰﴾ (البقرہ:۲۵۰)

"اے پروردگار! ہم پر ثبات و استقامت کے جام انڈیل دے تاکہ میدانِ جنگ میں ہمارے قدموں میں لغزش نہ ہونے پائے اور اس طرح ہمیں کافروں پر غلبہ اور کامرانی عطا کر دے"۔

اس کے بعد آیت ۲۵۱ میں ارشاد ہوا فَهَزَمُوۡهُمۡ بِاِذۡنِ اللّٰهِ "اس لشکر نے (جالوت کے لشکر کو) اذن خداوندی کی رو سے شکست فاش دی"۔

البقرہ کی ان تین آیات میں اللہ تعالیٰ نے قانون بتا دیا کہ کم تعداد ہونے کے باوجود حق کا غلبہ انہی لوگوں کے لیے ہوتا ہے جو اپنے ایمان اور نظریہ پر پایہ استقامت کے ساتھ جمے ہوئے ہوں تو اس جہد و ثبات کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کا اذن ان کی کامیابی کو یقینی بناتا ہے۔ اس کے برعکس اگر غلبۂ حق کی جدوجہد میں نظریاتی مصلحت، بے ثباتی، کمپرومائیز اور رجائیت پسندی سے کام لیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے محرومی مقدر بن جاتی ہے۔

❀❀